# عذاب الٰہی اور قانون فطرت

(از مولانا محمد صاحب انوری لائلپوری فاضل دیوبند)

مئی اور جون ۱۹۳۹ء کے "برہان" میں جناب حکیم سید ابوالنظر صاحب کا ایک مضمون بعنوان "عذاب الٰہی اور قانونِ فطرت" شائع ہوا ہے جس میں آپ نے کو نوا قردۃً خاسئین کی عجیب و غریب تفسیر فرماتے ہوئے مسخِ صوری کا انکار کیا ہے۔

سید صاحب مدعی ہیں کہ "ان کا وجدان و شعور تحقیق اور تلاش کی پُر خار وادیوں کو طے کر چکا ہے" اس لئے ان کو حق حاصل ہے کہ تمام مفسرین از سلف تا خلف کی تحقیقات کو بیک جنبش قلم محو کر دیں۔ گویا آپ تمام قرآن عزیز کی تفسیر صرف اپنے ہی قبضۂ قدرت میں دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں ع

"خوردن زمن ولقمہ شمردن از تو"

لائق مضمون نگار ایک ہی جست میں سدرۃ المنتہیٰ پر اپنے آپ کو پاتے ہیں۔ اور صحابہ و تابعین رضی اور کافۂ محدثین و مفسرین پر نہایت بے باکی سے تیر اندازی کرتے جاتے ہیں۔

حیرت ہے کہ جب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے اذکیارِ اُمت اور عرب العرباء اور بالخصوص عبد اللہ ابنِ عباس جیسے حبر الامۃ شیخ المفسرین ترجمان القرآن ایک صریح اور واضح آیت قرآنی کے مفاہیم سمجھنے سے قاصر رہے تو مطالبِ قرآنیہ اور کون سمجھ سکے گا اور مشکلات القرآن کون حل کرے گا۔ مولانا ابوالنظر صاحب تو آئینِ فطرت کی عقدہ کشائی میں بڑے مشاق ہیں۔ ذرا اس پر بھی

روشنی ڈالیں گے کہ جب براہِ راست مخاطبین متکلم کی مراد سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے تو کیا چودہ سو سال بعد آنے والے عجمی اس کو حل کریں گے؟ ۔ کیا قوانینِ فطرت کا کوئی جزو یہ ایسا بھی ہے؟

بایں ہمہ دانی آپ نے کئی جگہ اپنے بیان میں ٹھوکریں بھی کھائی ہیں۔ شاید محققین یورپ کی تحقیقات کا مطالعہ کرنے کی دُھن میں آپ کو قرآن عزیز کی زیارت کی فرصت نہیں مل سکی ورنہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ کو بیان کرنے میں صریح غلط بیانی سے کام نہ لیتے۔ سید صاحب کا تو محض شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ پر برسنا تھا۔ ایک عجیب بات آپ کے مضمون میں یہ بھی ہے کہ جناب کا بیان نہایت متناقض واقع ہوا ہے۔ شاید جوشِ تحریر میں دوبارہ دیکھنا بھول گئے یا "داشتہ آید بکار" پر عمل فرمایا ہوگا۔

**اصولِ تفسیر** پہلے ہم مختصراً ان امور کو پیش کرنا چاہتے ہیں جن کا کامل علم مفسر کے لئے ضروری ہے

(۱) علم لغت۔ جو شخص لغاتِ عرب کا عالم نہ ہو قرآن عزیز کی تفسیر اس کے لئے جائز نہیں (مجاہدؒ)

(۲) کلمات عرب کی معرفت تامہ۔ یہ بات مہارت علم نحو کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی (حسن بصریؒ)

(۳) علم معانی، بیان اور بدیع میں کمال ۔۔۔ اس کو سلفِ صالح رحمہم اللہ تعالیٰ رکن اقوم اور لازم اعظم فرماتے ہیں۔ کما لا یخفی علی من ذاق طعم العلوم ومن لم یذق لم یدریا

(۴) تعین مبہم اور تبیین مجمل۔ سبب نزول۔ ناسخ منسوخ کا علم ۔۔۔ یہ امر علم حدیث کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۵) علم اصول فقہ ۔۔۔ اس کے ذریعے سے مجمل اور مبین عام اور خاص مطلق اور مقید اور دلالت امر و نہی کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

(۶) علم کلام میں مہارت تامہ ۔ اس کے بغیر مفسر ورطاتِ جہالت میں گرتا ہے۔

(۷) علم اشتقاق و تصریف و علم قرارت

(۸) ان سب امور کے ساتھ ساتھ موہبت ربانی کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ چیز عمل صالح

اور زہد و اتقار کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے "من عمل بما علم اورثہ اللہ علم مالم یعلم" (روح المعانی)

اس کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ مختصر الفاظ میں یہ بھی بیان کر دیں کہ احسن طرقِ تفسیر قرآن عزیز کیا ہیں۔

۱۔ اصح الطرق اس باب میں یہ ہے کہ قرآن عزیز کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے اسلئے کہ کلام اللہ میں اگر ایک جگہ اجمال سے کام لیا گیا ہے۔ تو دوسری جگہ اس کو مفصل بیان فرما دیا گیا ہے۔ مفسر پر لازم ہے کہ قرآن پاک کے سیاق و سباق پر غور کرے اور اس کے اپنے بیان کردہ معانی سے باہر نہ نکلے۔

(۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ قرآن عزیز بمنزلہ متن ہے۔ سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شارح اور موضح ہے۔ لہٰذا خود حاملِ وحی الٰہی کی بیان فرمودہ تفسیر کے برابر اور کوئی تفسیر نہیں ہو سکتی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| کل ما حکم بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو مما فھمہ من القرآن (ابن کثیر) | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسی امر کے متعلق حکم دیا ہے اس کو آپ نے قرآن ہی سے سمجھا ہے۔ |
| والمذھب عندنا ان السنة مُبیّنۃٌ للکتاب مُفسّرۃٌ لہٗ ھذا اَمرٌ مجمعٌ علیہ | ہمارے نزدیک مذہب یہی ہے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کی مبین اور مفسرہ ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے |
| السنۃُ قاضیۃٌ علی القرآن اے | سنت کتاب اللہ کو بیان کرنے والی ہے |

تفسیر ہے (الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار) یعنی اس کی تفسیر کرتی ہے۔ سنت کتاب اللہ کے معنی کا فیصلہ کرنے والی ہے۔

قرآن عزیز میں یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ کے بعد

وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ — اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں

بھی فرمایا گیا ہے۔

حالانکہ قرآن عزیز کی جن بزرگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم دیتے تھے وہ سب اہلِ لسان تھے۔ ان کے سامنے محض تلاوت آیات کافی نہ سمجھا گیا۔ بلکہ تعلیم کا باب علیحدہ رکھا گیا۔ یہی تعلیم تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

بکثرت آیات قرآنی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ ہم اس وقت اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے مولانا کریم بخش صاحب ایم۔ اے لاہوری کا رسالہ "ضرورتِ حدیث" اس باب میں نہایت عمدہ ہے۔[ل]

ایک حدیث میں ہے۔

اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ — مجھے قرآن عطا کیا گیا ہے اور اس کے ہمراہ اسکی مثل یعنی سنت بھی عطا فرمائی گئی ہے۔

غرض پہلے ہمیں تفسیر قرآن خود قرآن سے دیکھنا چاہیے۔ پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس بات میں مصرح ہے۔

۳۔ اگر قرآن اور حدیث میں ہمیں کسی آیت کی تفسیر نہ ملے تو اقوال صحابہؓ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ ان بزرگوں نے ان احوال اور قرآن کا مشاہدہ کیا ہے اور قدرت کی طرف سے ان کو فہم تام، علم صحیح، عمل صالح عطا فرمایا گیا ہے اور وہ خیر الخلائق بعد الانبیاء ہیں۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ — ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ

ل ندوۃ المصنفین دہلی نے "فہم قرآن" کے نام سے خاص اسی موضوع پر ایک ضخیم کتاب شائع کی ہے جو اپنے طرز میں پہلی کتاب ہے۔

| | |
|---|---|
| قال اولئك اصحاب محمد صلی اللہ | علیہ وسلم اس اُمت میں سب سے افضل ہیں |
| علیہ وسلم کانوا افضل ھذہ الامۃ | ان کے قلوب نہایت مزکّی ان کے علوم نہایت |
| ابرھا قلوباً واعمقھا علماً واقلھا تکلفاً | عمیق، نہایت ہی کم تکلف ہیں۔ انکو اللہ تعالیٰ |
| اختارھم اللہ تعالی لصحبۃ بنیہ | نے اپنے نبیؐ کی صحبت کے لئے اور اقامت |
| صلی اللہ علیہ وسلم ولاقامۃ دینہ | دین کے لیے پسند فرمایا تم ان کے علم وفضل کو |
| فاعرفوالھم فضلھم واتبعوھم علی اثرھم | پہچانو اور ان کے آثار کا اتباع کرو۔ |

(الحدیث)

اور بالخصوص وہ صحابہؓ جو تفقہ اور علم وفضل میں ممتاز ہیں۔ جیسے خلفاء راشدین مہدیین اور عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم

حبرالامۃ بحرالعلوم ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس تفسیر قرآن میں نہایت عالی پایہ کے مالک ہیں۔ برکت دعاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم شامل حال ہے۔

اِن ہی کی نسبت فرمایا گیا ہے۔

| | |
|---|---|
| اللّٰھم فقھہٗ فی الدین وعلمہ التاویل | اے اللہ اسکو تفسیر قرآن اور دین میں کامل تفقہ عطا فرما |

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| نعم ترجمان القرآن ابن عباس | ابن عباس نہایت اعلیٰ مفسر قرآن ہیں |

۴۔ اگر ہمیں آثار صحابہؓ سے تفسیر نہ ملے تو تابعینؒ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

حضرت مجاہدؒ۔ حضرت قتادہؒ۔ حضرت سعید بن مسیبؒ۔ حسن بصریؒ۔ سعید بن جبیرؒ عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ۔ عطا ابن ابی رباحؒ وغیرہم تفسیر قرآن عزیز میں خاص مقام رکھتے ہیں۔

پھر اس امر کی بھی علماء اُمت نے تصریح کردی ہے۔ کہ اگر تابعین میں اختلاف رونما ہو تو

ایک کا قول دوسرے پر قطعاً حجت نہیں ہے. بلکہ اس وقت ہم لغت قرآن، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عموم لغت عرب یا اقوال صحابہؓ کی طرف رجوع کریں گے۔

ان تمام راہوں کو چھوڑ کر محض عقل اور رائے سے تفسیر قرآن کی جرأت کرنا خواہ اُس کا نام وجدان رکھا جائے یا کچھ اور بالکل ناجائز ہے۔ اور اس سے متعلق وعید مشہور حدیث سے ثابت ہے۔

ایک زبردست مغالطہ جس میں ابوالنظر صاحب مبتلا ہیں یہ ہے۔ کہ آپ نے "قوانینِ فطرت اور قوانین قدرت" کو باہم مترادف قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ "خدا کا کوئی عذاب اور کوئی رحمت و برکت ان قوانین فطرت سے آزاد نہیں ہوتی جنھیں خود اسی نے اپنے مظاہر و آیات کے لئے انتخاب کیا ہے ــــ لیکن اس میں کوئی شک نہیں، کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ قوانین قدرت ہی ہیں"

"قانون قدرت کے ماتحت معجزات اور آیات کا عدم امکان فرض کر لینا قدرت مطلقہ کو ضعف و اضمحلال سے آلودہ کر دے گا"

بہر حال آپ دونوں کو ایک قرار دیکر اسی پر اپنے انوکھے نظریے کی عمارت کھڑی کر رہے ہیں حالانکہ قوانین قدرت اور فطرت کے تحت آپ پر لازم تھا کہ اسکے لیے کسی آیت یا حدیث یا لغت سے استشہاد پیش کرتے۔ قرآن اور حدیث نے فطرت کو قدرت کے معنوں میں کہیں استعمال نہیں کیا۔ نہ کسی امام لغت نے دونوں کو مترادف قرار دیا ہے۔ یہ ترکیب ملاحدہ اور زنادقہ کی خود ساختہ ہے۔ سرسید نے اِسی قانون قدرت اور قانون فطرت کا شور مچا کر معجزات کا انکار کیا تھا۔ قادیانی متنبی اسی کی آڑ میں معجزات مسیحؑ احیار موتیٰ وغیرہا اور حیات مسیحؑ رفع الی السماء۔ معراج النبیؐ و دیگر مسلمات و متواترات کا انکار کرتا رہا۔

حیرت ہے کہ ہمارے ابوالنظر صاحب اسی صیغے کی گردان کرنے لگے۔

آپ فرماتے ہیں، "اگر موجودہ قوانین اس کی تجلیات کا مظاہرہ کرسکنے سے قاصر ہوتے تو یقیناً موجودہ قوانین کی جگہ دوسرے قوانین کو دی جاتی"

لیکن تعجب ہے کہ آپ اِن موجودہ قوانین کی فہرست پیش کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ اور پھر سوال یہ ہے کہ جن قوانین کو جگہ دی جاتی وہ خود بھی تو قوانین قدرت ہی ہوتے ہیں۔ یا قدرتِ خداوندی سے بالا؟ ـــــ تو جناب کی تحقیقاتِ عالیہ نے کون سا جدید انکشاف فرمایا۔

پھر عجیب سے عجیب تر یہ کہ آپ فرماتے ہیں۔ "قانونِ قدرت کے تحت معجزات اور آیات کا عدمِ امکان فرض کرلینا قدرتِ مطلقہ کو ضعف و اضمحلال سے آلودہ کردیگا"

کہیں اس سے آپ نے اپنی ہی تردید تو نہیں فرمائی۔ آپ کا "موجودہ قوانین" کا نظریہ قدرتِ مطلقہ کے وجود ہی کا صاف صاف اِبار کر رہا ہے۔ آپ کے دماغ نے چند ایک قوانین فطرت مدوّن فرمائے ہیں۔

اور باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ اور قادرِ مطلق کو اس کے مطابق کام کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ لیکن الزام دوسروں کے سر تھوپ رہے ہیں۔ کیا دنیا میں کوئی مسلمان ایسا بھی آپ کی نظر میں ہے۔ جو معجزات اور آیات کا صدور قدرتِ مطلقہ کے تحت نہ مانتا ہو۔ امم سابقہ کا معذب ہونا انبیاء علیہم السلام کے معجزات، ثواب و عقابِ آخرت سب اسی کی قدرتِ مطلقہ کے کرشمے ہیں۔ اِنّ اللّٰہ علیٰ کل شئی قدیر یفعل ما یشاء اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ جس نوع کا چاہے عذاب دے سکتا ہے۔ آپ کے مشاہدات خواہ اس کے احصار سے قاصر ہوں۔ لیکن وہ قادرِ مطلق آپ کے مشاہدات و تجربات و علم آثارِ قدیمہ کا منتظر نہیں نہ تابع کہ جو چیز آپ کے مشاہدہ سے مشرف ہو وہ تو قدرت کے تحت آسکے اور جس کو آپ کے تجربات و مشاہدات نے مشرف نہ فرمایا ہو اُس کا سرے سے انکار کردیا جائے۔ خواہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ و اقوال صحابہؓ

سے بہرہ مند ہی کیوں نہ ہو۔

مولانا عدم علم شے عدم شے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ آپ فرماتے ہیں۔ " نہ بعض مذہبی محققین کا یہ نظریہ درست ہے کہ معجزہ کے لئے خارق عادت ہونا ضروری ہے۔ نہ مادہ پرستوں کا یہ خیال دقیع کہ قوانینِ فطرت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا"

افسوس ہے کہ وہ بعض مذہبی محققین تو آپ کے نظریہ کے خلاف نہیں کہہ رہے تھے۔ کیونکہ وہ بھی قوانین فطرت کے تحت ہی معجزہ کا صدور مانتے ہیں۔ انھوں نے معجزہ کو خارق عادت ہی کہا ہے خارق قدرت تو نہیں فرما دیا، کیا آپ کے نزدیک قانونِ فطرت اور خرقِ عادت میں باہمی تضاد و تناقض ہے۔

ذرا غور فرمائیے۔ وہ محققین تو معجزات کو خاص عادت اللہ فرما رہے ہیں۔ لیکن ہے وہ بھی تحتِ قدرت۔ اسی کا نام ان کے نزدیک خرقِ عادت ہے۔ آپ خارقِ عادت کو قوانینِ فطرت کے بالکل متضاد قرار دے رہے ہیں۔ کمال ہے کہ آپ نے جو فرمایا کہ "قوانین فطرت میں تغیر نہ ہو سکتا تو ایک طرف ایک لمحہ میں قوانین فطرت کا تمام دفتر غرقِ مے ناب کیا جا سکتا ہے"

اسی میں تو آپ نے ان مذہبی محققین کا نظریہ تسلیم کر لیا پھر سوال یہ ہوتا ہے کہ قوانین فطرت یعنی "قوانین قدرت" کو ایک لمحہ میں غرق مے ناب کون کر سکتا ہے۔ آپ یا قوانینِ قدرت کا مالک؟ دونوں صورتوں میں آپ کا نظریہ تو ہباءً منثورا ہو گیا۔ آپ کا یہ قول کہ "معجزہ انسانی قوتوں سے بالاتر ہوتا ہے نہ کہ خارق عادت" ان دونوں میں فرق کیا ہوا؟

سید صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔ " آج جس عذاب الہیٰ کو قانونِ فطرت کا ایک جزو بتاتے ہوئے روایات یا بالفاظ صحیح تر تاویلات کو تسلیم کرنے سے انکار کرنا چاہتا ہوں" وہ قرآن کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

فقلنا لھم کونوا قردۃً خاسئین — پھر ہم نے ان سے کہا کہ شرف سے دور اور
فجعلنا ھا نکالا لما بین یدیھا وما — ذلیل ہوتے ہوتے بندر ہو جاؤ پھر ہم نے انکو
خلفھا وموعظۃً للمتقین ط — درسِ عبرت بنا دیا سامنے والوں اور ان لوگوں
کیلئے جو پیچھے ہیں۔ اور پرہیزگاروں کیلئے نصیحت؛

اس کے بعد فاضل مضمون نگار نے تمہید کے ۱ صفحے لکھنے کے بعد فرمایا ہے ——————

"اس تمہید کے بعد میں چاہتا ہوں۔ کہ اپنا نظریہ بھی خلوص اور دیانت کی برکات سے محرومی گوارا نہ کرتے ہوئے علماء مذہب کے سامنے تنقید و تبصرہ کے لئے پیش کر دوں۔ میرا شعور اور وجدان تلاش اور تحقیق کی جن وادیوں کو طے کر چکا ہے۔ اس کے اعتبار سے مجھے یہ کہنے کا حق ہونا چاہیے کہ اگرچہ قرآن نے مسخ کو مثال کے طور پر نہیں بیان کیا جیسا کہ مجاہد کا گمان ہے لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ در اصل مسخ معنوی قسم کا تھا"

ہم بھی نہایت خلوص کے ساتھ عرض کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ مولانا ابو النظر کا اس نظریے میں کوئی قدوہ نہیں یہ نہ قرآن ہے نہ حدیث نہ آثار صحابہؓ نہ کسی لغوی کی تحقیق نہ کسی مورخ کا قول، آنجناب اس کے خود ہی ابو عذرہ ہیں کمال تعجب ہے کہ آپ نے بے دلیل لفاظی سے کام لے کر تمام سلف کی پگڑیاں اچھالی ہیں۔ چنانچہ ہم اپنے مضمون میں انکا ذکر کرتے جائیں گے۔

آپ فرماتے ہیں کہ "اس تاریخی واقعہ کے بارہ میں جو روایات ہیں ان پر تنقید و تبصرہ کرنا بے نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ قرآن نے جس حد تک واقعہ بیان کیا ہے اس پر اضافہ کرنے کے لئے جن تاریخی اور آثاری تحقیقات کی ضرورت ہے۔ وہ روایات سے حاصل نہیں ہو سکتی" یعنی علم آثار قدیمہ قرآن عزیز کی تفسیر کے لئے موقوف علیہ ہے۔ بلکہ قرآن کے آثار کے تابع رکھنا لازمی اور لابدی امر ہے۔ اور تاریخ کے آپ بہت دلدادہ ہیں۔ جس کے نہ سر نہ پاؤں۔ آپ کے نزدیک روایات حدیثیہ تو کوئی مستند

حیثیت نہیں رکھتیں خواہ صحت کے اعلیٰ مدارج پر کیوں نہ فائق ہوں۔ پھر معلوم نہیں کہ آپ معتزلہ اور نیچریہ و دیگر ملاحدہ کو ماؤف ذہنیت کے مالک کیوں فرما رہے ہیں۔ آپ مضمون میں دیانتداری کا اعلان فرمائے جاتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ بار بار اس دفع دخل مقدر کی کیا حاجت پیش آرہی ہے۔

ہر مصنف ہر مضمون نگار بلکہ ہر بانیٔ الحاد و زندقہ اپنے دیانتدار ہونے ہی کا اعلان کرتا ہے ایسا کون ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں بد دیانتی سے سلف کا اتباع چھوڑتا ہوں۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ صاحبِ روح المعانی فرماتے ہیں۔

"ظاهر القران انهم مسخوا قردة علی الحقیقة وعلیٰ ذلک جمهور المفسرین وهو الصحیح"

ظاہر نظم قرآنی اسی امر کا پتہ دیتی ہے کہ وہ لوگ حقیقتًا بندر بنا دیئے گئے تھے جمہور مفسرین کی یہی تحقیق ہے اور یہی صحیح ہے۔

ابو النظر صاحب ذرا دوبارہ قرآنِ عزیز کی زیارت کی تکلیف گوارا فرمائیں تو معلوم ہو جائیگا کہ علامہ موصوف کا فیصلہ ایک محقق کا فیصلہ ہے ایک مبصر و ناقد فن کی تحقیق ہے۔ پھر ایک نہیں جمہور امت کا فیصلہ ہے خود نظم قرآنی اسی کا اعلان کرتی ہے۔

تفسیر قرآنی سے متعلق مضمون نگار نے جو اصول پیش کیا ہے۔ ذرا اس کو بھی دوبارہ دیکھا جائے۔ آپ فرماتے ہیں۔ "میرے نزدیک وہی تفسیر معنویت سے بہرہ اندوز کہلائی جاسکتی ہے۔ جو نہ اسرائیلی روایات کا عکس ہو نہ عقل انسانی سے دور تر نہ قرآن کے اس معنی سے مختلف ہو جو عرب کے لغت و محاورہ آیت کے سیاق و سباق اور معتبر حدیث نبوی کے تفسیری نکات سے پیدا ہو رہے ہوں" افسوس کہ ابو النظر صاحب اپنا نظریہ پیش کرتے وقت نہ سیاق و سباق قرآنی کا لحاظ فرماتے ہیں نہ معتبر حدیث نبوی کو درخور اعتنا سمجھتے ہیں۔ نہ آپ عرب کا محاورہ پیش کرتے ہیں، پھر بلا دلیل جمہور مفسرین پر برس رہے ہیں۔

ذرا فطرت کے مفہوم کو متعین فرمایا جاتا آپ قدرت اور فطرت کو ایک ہی معنی میں لیتے ہیں۔

حدیث میں ہے عشرۃ من الفطرۃ صاحب مجمع البحار فرماتے ہیں۔

ای من السنۃ القدیمۃ التی اختارھا الانبیاء علیھم السّلام واتفقت علیھا الشرائع فکانہ

امرٌ جبلیٌ فُطِروا علیہ۔ یعنی دس چیزیں سنت قدیمہ سے ہیں جن کو انبیاء علیہم السلام نے پسند فرمایا اور

تمام شرائع اس پر متفق ہوئیں گویا وہ پیدائشی امر ہے۔ جس پر وہ پیدا ہوئے۔

کل مولود یولد علی الفطرۃ الفطر الابتداء والاختراع والفطرۃ الحالۃ

فطر کے معنی ابتدا اور اختراع کے ہیں۔ اور فطرت سے مراد حالت ہے۔

| | |
|---|---|
| عن ابن عباس ماکنتُ اَدری | ابن عباس فرماتے ہیں۔ میں فاطر السموات |
| ما فاطرُ السموٰتِ والارض حتی | والارض کا مطلب نہیں جانتا تھا۔ حتیٰ کہ |
| احتکم الیّٰ اعرابیان فی بیرٍ | میرے پاس دو اعرابی ایک کوئیں کا معاملہ |
| فقال احدھما انا فطرتھا ای | لے کر آئے ایک نے کہا میں نے اسکو کھودنا |
| ابتداءتُ حفرھا (مجمع) | شروع کیا تھا۔ |

آپ نے فرمایا ہے کہ تفسیر وہی معتبر ہے جو عقل انسانی سے دور نہ ہو۔ اور اسی بنا پر مسخ صوری کا انکار فرما رہے ہیں لیکن خود ہی یہ ارشاد ہوتا ہے۔ "خود میں نے تین آدمیوں کو بالکل بندر کی صورت میں دیکھا ہے غالباً خبث باطن کا اثر ہوگا"

افسوس ہے کہ آپ کا مشاہدہ تو خبث باطن کی وجہ سے تین آدمیوں کو "بالکل" بندر کی شکل میں دیکھنے کا ہے کو نوا قردۃ خاسئین الآیۃ میں ظاہر قرآن، احادیث صحیحہ آثار صحابہؓ اور عامۂ مفسرین پر نکیر! یا للعجب ولضیعۃ الادب۔

حضرت قتادہؒ بھی تابعی ہیں اور جلیل القدر مفسر ہیں۔ انھوں نے بھی یہی "بالکل" بندر ہی

فرمایا تھا اور آپ نعل در آتش ہو رہے تھے کہ ہیں یہ تو بالکل مشاہدہ کے خلاف ہے کہ آدمی بالکل بندر بنا دیا جائے۔ یعنی اس کے دُم بھی نکل آئے۔ پھر آپ کے بالکل کے لفظ نے بھی تو اسی مفہوم کو ذاشگاف کیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں "بہر حال مجاہدؒ ان حضرات میں سے ہیں جو مسخ معنوی کے قائل ہیں" لیکن یہ واضح کرنے کی زحمت گوارا نہ فرمائی کہ اور کون حضرات حضرتِ مجاہدؒ کے ساتھ ہیں۔ اور پھر یہ کہ حضرت مجاہدؒ کو بھی تو آپ نے اپنا متبوع نہیں بنایا۔ آپ تو فرماتے ہیں "اگرچہ قرآن نے مسخ کو "مثال" کے طور پر نہیں بیان کیا جیسا کہ مجاہدؒ کا بیان ہے" لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ مسخ معنوی کا قسم تھا" معلوم ہوا کہ مسخ معنوی محض کے آپ ہی مخترع ہیں اور مسخ معنوی کا جو مفہوم آپ لیتے ہیں۔ حضرت مجاہدؒ کو اس سے کوئی تعلق نہیں، آپ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اس طرح برستے ہیں "لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب کی طرح صرف اتنا بتا دینا میرے نزدیک قطعًا ناکافی ہے کہ اگر مسخ معنوی ہو سکتا ہے تو مسخ صوری کیوں تسلیم نہ کیا جائے"

"انسانی علم و تحقیق ایک چیز کو قانونِ قدرت کا جزء سمجھتی ہے، اور دوسری کو نہیں۔ ایسی حالت میں دونوں کو ایک ہی سطح پر کس طرح کہا جا سکتا ہے"

معلوم نہیں کہ "انسانی علم و تحقیق" کا کیا مطلب ہے۔ شاید جمہور مفسرین جو قرآن و حدیث و آثار صحابہ کی روشنی میں مسخ صوری کے قائل ہوئے۔ ان کی تحقیق آپ کے نزدیک انسانی تحقیق سے خارج ہے بس آنجناب کا نظریہ ہی انسانی تحقیقات کا نچوڑ ہے۔ ایسی قوم ممسوخین کے متعلق احادیث صحیحہ کو دیکھئے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ قال لمن سالہ عن القردۃ والخنازیر اھی مما مسخ ان اللہ لم

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے جواب میں جس نے بندروں اور خنزیروں کے متعلق یہ سوال کیا تھا کہ کیا یہ ان

| | |
|---|---|
| یھلک قوماً او یمسخ قوماً فیجعل لھم نسلاً وان القردۃ والخنازیر کانوا قبل ذلک (مسلم مشکوٰۃ ۔ابوداود ، وفی الجمع) | ممسوخین کی نسل سے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو ہلاک کر دینے کے بعد اس کا نسلی سلسلہ جاری نہیں رکھا۔ اور بندر اور خنزیر تو ان کے مسخ ہونے سے قبل بھی تھے۔ |

قبل ذلک ای قبل مسخ بنی اسرائیل

دیکھئے ایک صحابیؓ کے دریافت کرنے پر یہ نہیں فرمایا کہ یہ تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ وہ تو محض معنوی مسخ تھا۔ صورتیں تو تبدیل نہ ہوئی تھیں۔ بلکہ مسخ صوری کا اثبات فرمایا۔ اور ان کی نسل کے منقطع ہونے کی تصریح فرمادی۔ یہی حدیث آپ کی آیندہ تحقیقات کا رد کر رہی ہے۔ آپ کے نزدیک عذاب کے لئے دائمی ہونا بھی شرط ہے۔ اور نسلاً بعد نسل چلنا ضروری ہے۔ اسی سے متعلق مسند احمد اور ابوداؤد طیالسی کی روایت ملاحظہ فرمائیں۔

| | |
|---|---|
| ان اللہ لم یلعن قوماً قط فیمسخھم فکان لھم نسل ولکن ھذا خلق کان فلما غضب اللہ علی الیھود فمسخھم جعلھم مثلھم | اللہ تعالیٰ نے جب کسی قوم کو ملعون کر کے مسخ کیا ان کی نسل نہیں چلی۔ لیکن بندر اور خنزیر پہلے بھی تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کا غضب یہود پر ٹوٹ پڑا ان کو مسخ کر کے بندروں اور خنزیروں کی طرح بنادیا |

آنجناب محض مسخ کے امکانِ ذاتی کے قائل ہیں، اور اس کے وقوع کو محال اور ممتنع قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ آپ کے خیال میں قانون فطرت اور قدرت کے خلاف ہے۔

حالانکہ مسخ صوری کا وقوع علاوہ قوم داؤد علیہ السلام زمانہ عیسیٰ علیہ السلام میں بھی ہو چکا ہے

| | |
|---|---|
| عن عمار بن یاسر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انزلت المائدۃ | آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مائدہ آسمان سے نازل ہوا۔ روٹی گوشت ان کو حکم دیا گیا کہ |

من السماء خبزاً ولحماً وامروا ان — نہ خیانت کریں۔ نہ کل کے لئے بطور ذخیرہ
لا یخونوا ولا یدخروا — رکھیں۔ تو انھوں نے خیانت کی اور کل کے لئے
فخانوا وادخروا ورفعوا لغد — ذخیرہ بھی کیا۔ پس ان کو مسخ کر کے بندر اور
فمسخوا قردۃ وخنازیر (رواہ الترمذی) — خنزیر بنا دیا گیا۔

امام ابن کثیرؒ نے حضرت مجاہد کے قول مسخت قلوبھم ولم یمسخوا قردۃ انما ھو مثلٌ ضربہ اللہ لھم کمثل الحمار یحمل اسفارا کو قول غریب اور خلاف ظاہر سیاق آیات فرمایا۔ اس پر ابو النظر صاحب نہایت برافروختہ ہو کر فرماتے ہیں۔

"لیکن تفسیر ابن کثیر کے مصنف نے "قول غریب" اور "خلاف" ظاہر بتایا ہے۔ حالانکہ اپنے دعوے کے ثبوت میں وہ جس آیت کو بیان کرتے ہیں۔ وہ خود ان کی تائید میں کسی دوسری حقیقت کا انکشاف نہیں کرتی"۔

افسوس کہ سید صاحب نے ابن کثیر کی پوری عبارت نقل نہیں فرمائی۔ وہ تو فرما رہے تھے کہ مجاہد کا یہ قول آیت مذکورہ (کونوا قردۃ خاسئین) کے سیاق سے ظاہر ہونے والے مطالب کے خلاف ہے۔ نیز ایک اور آیت کے سیاق وسباق سے جو مطالب ظاہر ہوتے ہیں اُسکے بھی خلاف ہے فرماتے ہیں۔

وھو قول غریب خلاف الظاھر — مجاہدؒ کا یہ قول غریب ہے، کیونکہ اس آیت
من السیاق فی ھذا المقام — اور دیگر آیات کے سیاق سے ظاہر ہونے
وفی غیرہ — والے معانی کے خلاف ہے۔
قال اللہ تعالیٰ قل ھل انبئکم بشر — اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تو کہہ میں تم کو تبلاؤں کہ
من ذلک مثوبۃ عند اللہ من لعنہ — ان میں کس کی بری جزا ہو اللہ کے ہاں وہی

| | |
|---|---|
| اللہ وغضب علیہ وجعل منھم | جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل |
| القردۃ والخنازیر وعبد | کیا اور ان میں بعضوں کو بندر کر دیا اور بعضوں |
| الطاغوت | کو سور اور جنھوں نے بندگی کی شیطان کی۔ |
| | (ترجمہ شیخ الہندؒ) |

بہرحال ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ کے اس قول کو ظواہر نصوص قرآنیہ اور روایات حدیثیہ سے قول غریب فرمایا تھا محض بلا دلیل نہیں لکھ گئے۔ اگر آنجناب ابن کثیرؒ کے بیان کو تمام وکمال پڑھ لینے کی زحمت گوارا فرماتے تو آپ پر واضح ہو جاتا کہ ابن کثیر خود حضرت مجاہد سے بھی مسخ نقل فرما رہے ہیں۔

| | |
|---|---|
| عن مجاھدؒ عن ابن عباس قال انما | جن لوگوں نے زیادتی کی ہفتے کے دن میں |
| کان الذین اعتدوا فی السبت | تو وہ کئے گئے بندر پھر ہلاک کر دیے گئے۔ |
| فجعلوا قردۃ ثم ھلکوا ما کان للمسخ | مسخ میں نسل نہیں چلتی۔ |
| نسل۔ | |

آپ کے مقرر کردہ اصول کے مطابق تفسیر وہی معتبر ہے جس کی تائید سیاق قرآنی سے ہوتی ہو۔ اور احادیث نبوی سے پیدا ہو۔ اب فرمایئے ابن کثیرؒ نے کونسا قصور کر دیا کہ آنجناب ان کی تمام وکمال بات بھی نہیں سنتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ مسخ صوری کی تصریح فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| فمسخ ھؤلاء القوم فی صورۃ القردۃ | پس اس قوم کو بندروں کی صورت میں مسخ |
| وکذالک یفعل بمن یشاء کما یشاء و | کر دیا گیا۔ یونہی باری تعالیٰ جس کو جیسا چاہتے |
| یحولہ کما یشاء | ہیں کرتے ہیں۔ اور اس کی جیسا چاہتے ہیں |
| | تحویل کر دیتے ہیں۔ |

اس کے بعد ابن کثیر نے وہ آیت نقل فرمائی ہے۔ جس میں اس واقعہ کا مفصل ذکر فرمایا گیا ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس کو آیندہ ذکر کریں گے۔ واسئلھم من القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر الایہ ابن کثیر آیات قرآنیہ و آثار صحابہ وتابعین ذکر کر کے اپنے بیان کو مبرہن و مدلل فرما کر کہتے ہیں۔ ,,قلت والغرض من ھذا السیاق من ھؤلاءئمۃ بیان خلاف ماذھب اللہ مجاھد رحمۃ اللہ الیہ من ان مسخھم انما کان معنویا لاصوریا بل الصحیح انہ معنوی وصوری ,,ان تمام ائمہ تفسیر کے اقوال ذکر کرنے سے غرض اس خلاف کا بیان کرنا ہے۔ جس کی طرف مجاہد گئے ہیں کہ ان کا مسخ محض معنوی تھا۔ حالانکہ تحقیقی امر یہی ہے کہ مسخ معنوی اور صوری ہر دو تھے۔،،

آپ نے آیت ,,قل ھل انبئکم بشر من ذٰلک مثوبۃ عند اللہ من لعنہ اللہ وغضب علیہ وجعل منھم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت،، کا ترجمہ ,,کہہ دیجئے کیا ہم آگاہ کر دیں اس کے شر سے باعتبار جزا خدا کے نزدیک جس پر خدا نے لعنت بھیجی اور غصہ کیا اور اس کے نتیجہ میں کر دیا انھیں بندر اور سور اور باطل غلام،، فرما کر ارشاد عالی یوں فرمایا ہے ,,سب سے پہلے قابل غور چیز یہ ہے کہ خدا نے جس شر کی طرف اشارہ کیا ہے وہ مثوبۃ من عند اللہ کے اعتبار سے ہے۔ دوسرے لعنت اور غضب الٰہی کے صوری اور جسمانی ہونے کی کوئی تصریح نہیں پائی جاتی۔ تیسرے قردۃ اور خنازیر اور پرستاران طاغوت اور باطل کو ایک ہی فہرست میں رکھنا بتاتا ہے کہ یہ تمام لعنت وغضب معنوی اور روحانی تھا۔ لیکن اگر ہر ایک کو غضب الٰہی کی ایک مستقل نوع قرار دیا جائے۔ تب بھی قردۃ اور خنازیر ہو جانے سے کیا نئی چیز ثابت ہو گی،، ہم اسی کے جواب میں حضرت امام الہند شیخ المحدثین کا ترجمہ نقل کر کے کچھ عرض کرینگے۔

قل ھل انبئکم بشر من ذٰلک (شیخ الہند ترجمہ فرماتے ہیں) تو کہہ میں تم کو بتلاؤں مثوبۃ عند اللہ من لعنہ اللہ وغضب ان میں کس کی بری جزا ہے اللہ کے ہاں وہی

علیہ وجعل منھم القردۃ والخنازیر جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب
وعبد الطاغوت اولٰئک شر مکانا واضل نازل کیا۔ اور ان میں سے بعضوں کو بندر کردیا
عن سواء السبیل (المائدہ) اور بعضوں کو سور اور جنھوں نے بندگی کی شیطان کی

آنجناب براہِ نوازش آیت کے سیاق و سباق کو بغور مطالعہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی شر کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ بلکہ ایک قوم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو مومنین کو ان کے ایمان و استقامت علی الدین کی وجہ سے مورد طعن بناتی تھی (اولٰئک شر مکانا واضل عن سواء السبیل کو دیکھئے) حالانکہ وہ خود گم کردہ راہ ملعون اور مغضوب ہے۔ اور اس کے بہت سے افراد اپنی خباثت کی وجہ سے بندر اور سور بنائے جا چکے ہیں۔ اور جو خدا کی بندگی کی بجائے شیطان کی غلامی اختیار کر چکی ہے۔ اس قوم کی خباثتوں کو شمار فرمایا جا رہا ہے اور اس خباثت کا صوری اور معنوی نتیجہ بھی بیان فرما رہے ہیں۔ بہر حال ہر ایک مستقل نوع ہے۔ آپ کو تعجب ہے کہ قردۃ والخنازیر ہونے سے کیا نئی چیز ثابت ہوئی۔ "غور کیجئے۔ اگر تمام لعنت اور غضب معنوی تھا تو جعل منھم القردۃ والخنازیر کے ذکر کی حاجت نہ تھی۔ خباثت گنواتے وقت ہر ایک کو علیحدہ مستقل نوع لینا پڑیگا۔ اگر محض غضب معنوی ہی تمام انواع کو حاوی تھا تو الگ الگ شمار کرنا کیا معنی رکھتا ہے نئی چیز یہ ثابت ہوئی کہ ان کی خباثت یہاں تک پہنچی کہ ان میں بہت سے مغضوب حسی اور صوری بھی ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں "کہ اس آیت اور کونوا قردۃ میں کونسا معنوی اختیار تھا" حضرت والا جس کو کان اور جعل میں معنوی امتیاز معلوم ہوگا۔ وہ ان دونوں آیات میں بھی امتیاز دریافت کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ آنجناب ابن کثیر کے فہم ثاقب کو نہ پہنچ سکے کہ انھوں نے کونوا قردۃ کے معانی کی تائید میں جعل منھم القردۃ پیش کر کے کیا توضیح فرمائی۔

کیا آنجناب یہ فرمانے کی زحمت گوارا فرمائینگے کہ کفر اور ارتداد اور اصرار علی الکفر والخبائث

خود روحانی اور معنوی مسخ نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے۔ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں لیکن سینوں کے دل اندھے ہیں

| | |
|---|---|
| لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم | ان کے دل ہیں جن سے سمجھتے نہیں ان کے |
| اعین لا یبصرون بھا ولھم آذان | کان ہیں جن سے سنتے نہیں انکی آنکھیں ہیں |
| لا یسمعون بھا اولئک کالانعام | جن سے دیکھتے نہیں۔ وہ تو ڈھوروں کی طرح |
| بل ھم اضل (الاعراف) | ہیں بلکہ اُن سے بھی گم کردہ راہ۔ |
| ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ | مُہر کردی اللہ نے اُن کے دلوں پر اور ان کے |
| ابصارھم غشاوۃ (البقرہ) | کانوں پر اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے |
| وقالوا قلوبنا غلف بل طبع اللہ | کفار کہتے ہیں ہمارے دل غلاف میں ہیں اللہ |
| علیھا بکفرھم | تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر مہر کردی ہے |

جب کفر خود مسخ معنوی ہے۔ تو اس قصے کو اس اہتمام سے کیوں ذکر فرمایا گیا۔ اس میں کیا مزیت تھی۔ آنجناب کے نظریہ کے مطابق تو محض تحصیل اور تطویل لاطائل ہی ہوا۔ تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔

یہ جو آپ نے فرمایا کہ جس شر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ مثوبتہ عند اللہ کے اعتبار سے ہے۔ معلوم نہیں اس جملہ سے کونسا جدید اکتشاف آنجناب فرما رہے ہیں۔ جو عند اللہ مغضوب اور ملعون ہو اُس کو دنیا میں عذاب نہیں دیا جاتا کیا یہ کوئی جدید نظریہ ہے بلکہ سنتہ اللہ یہی ہے کہ ایسے افراد جسمانی اور روحانی عذابوں میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ قردۃ اور خنازیر اور پرستاران طاغوت کو ایک فہرست میں رکھنا بتاتا ہے کہ یہ تمام غضب اور لعنت معنوی اور روحانی تھا۔ یہ کلیہ آپ نے کہاں سے لیا۔ ایک ہی فہرست میں رکھنا اتحاد عذاب

پر دلالت نہیں کرتا۔ ورنہ اس سے آپ کو کیوں انکار ہے کہ یہ تمام غضب اور لعنت جسمانی تھا۔

آنجناب فٹ نوٹ میں فرماتے ہیں۔ "اگر آپ اس انداز تحریر کو اُردو ادب کے محاورہ میں سمجھنا چاہتے ہیں تو اس طرح سمجھئے کہ خدا کے دجعل منھم قردۃ والخنازیر دعبد الطاغوت فرمانے کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ہم غصے میں کہہ دیتے ہیں "گدھا۔ سور۔ نالائق"

"ہم بھی ایک شخص کی اخلاقی و ذہنی اور عملی کمزوریوں پر برہم ہو کر ان کمزوریوں کو اپنے تمثیلی علم کے مطابق جانوروں سے نسبت دیتے ہیں، اور خدا نے بھی ایک ایسے ہی ادبی مگر واقعیت لیے ہوئے محاورہ کے تحت فرمایا ہے"

کیا ہی انوکھی توجیہ ہے۔ قرآنی حقائق اور تاریخی واقعات جن کو قرآن نہایت اہتمام سے ذکر فرماتا ہے۔ مولانا اپنے ادبی ذوق کی بلند پروازی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے "گدھا۔ سور۔ نالائق" جیسے لچر اور پوچ خود ساختہ محاورات پر اُتارتے ہیں۔ ماشاء اللہ کیا عجیب توضیحات ہیں۔ گویا آپ کے نزدیک آیات قرآنی کسی حقیقت پر مبنی نہیں۔ نہ ماضی میں کوئی قصہ ہوا تھا۔ بلکہ یونہی غصہ میں گدھا سور فرما دیا گیا۔

آپ نے اس ادبی محاورہ کا ذکر نہ فرمایا جس کے تحت خدا تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ مولانا آپ کی اردو کیا اور اس کے محاورات کیا۔ جن کے تحت تنزیلٌ من حکیم حمید کو اُتارنے کی جرأت فرمائی جا رہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "جن حضرات کو ادبی ذوق ہوگا وہ میری توضیحات کو تاویل کی تلخیوں سے آلودہ محسوس نہ کرینگے۔ بلکہ ان کو ایک ادبی لطف آئے گا جس کو وجدان ہی محسوس کر سکتا ہے" عرض ہے کہ جن حضرات کو قرآنی ذوق ہوگا وہ آپ کی توضیحات کو "تاویلات کیا صریح تحریفات یقین کرینگے جس کو وجدان ہی محسوس کر سکتا ہے۔

پھر اس پر تو غور فرمائیے، کہ گدھا۔ سور۔ نالائق مفرد الفاظ ہیں۔ محاورہ تو کلام میں ہوتا ہے

محاورہ بات چیت بول چال کو کہتے ہیں۔ وَھُوَ یُحَاوِرُہٗ۔ وَاللہُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَکُمَا ذرا اساتذہ اُردو کے مضامین ہی اس سے متعلق مطالعہ فرما لیتے۔

یہ ظاہر ہے کہ آپ جب کسی کو غصہ میں گدھا۔ سور۔ نالائق فرماتے ہیں تو محض اپنے دل کا بخار نکالنے کے سوا کچھ اور مقصود نہیں ہوتا۔ نہ وہ شخص معنوی طور پر ممسوخ ہو جاتا ہے۔ نہ حسّی اور صوری پھر کم از کم آنجناب نے کونوا قردۃً اور جعل منھم القردۃ والخنازیر میں معنوی اور روحانی مسخ تو تسلیم کر لیا ہے۔ تو اس کی مثال بالکل ایسی ہے، "فرمانے کا کیا مدعا ہوا جبکہ خدائی محاورے اور آنجناب کے محاورہ میں کوئی امتیاز ہی نہیں، تو آپ کا نظریہ بھی ہبا منثور ہو گیا اور آپ داد لینے کی فکر میں مرآبی فرما رہے ہیں۔ آنجناب نے حضرت ابن عباسؓ کی نسبت فرمایا، "کہ ایک طرف وہ اس کے قائل ہیں کہ بعد مسخ بھی انھوں نے بداعمالی جاری رکھی اور دوسری طرف بندروں کی صورت ہو جانے کے قائل ہیں۔

حضرت ابنِ عباسؓ تو فقط ایک طرف ہی فرماتے ہیں کہ ان کی صورت بندروں کی ہو گئی یہ آپ نے کس تاریخ میں دیکھا کہ وہ اِس کے بھی قائل ہیں کہ بعد مسخ بھی بداعمالی جاری رکھی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ کا یہ فرمانا "و نزد عقل در تغیر صفاتِ نفسانیہ و صفاتِ محسوسہ فرقے نیست و ایں را باور داشتن و آنرا انکار نمودن خالی از قسم معنوی نیست"، چونکہ آپ کے خود ساختہ نظریے کے خلاف تھا۔ اس لئے اس پر لے دے شروع فرما دی آپ فرماتے ہیں "حالانکہ ان دونوں میں (مسخ معنوی و صوری) ایک نازک فرق تھا۔ یعنی سنت الٰہی کی موافقت و عدم موافقت مطلب آپ کا یہ ہے کہ شاہ صاحب دونوں میں امتیاز نہ کر سکے۔ افسوس ہے کہ آنجناب نے عذاب سے مطلق سنت الٰہی کا بغور مطالعہ نہیں فرمایا۔ قرآن عزیز پتہ دیتا ہے۔ کہ جن اقوام کو معذب بنایا گیا وہ عذاب ظاہری و باطنی ہر دو قسم کا تھا۔ بلکہ عذاب حسّی بھی تھا۔

طوفانِ نوح، عاد اولیٰ کی ہلاکت، عاد ثانیہ کا عذاب، قوم ابراہیم، قوم شعیب، قوم فرعون وغیرہم سے متعلق عذاب خداوندی کا مطالعہ فرمایئے۔

سید صاحب فرماتے ہیں "مجھے تعجب ہے کہ شاہ صاحب نے معجزات کے بارے میں قرآن کے نظریے کا مطالعہ نہیں فرمایا۔ ورنہ وہ ہرگز عذاب الٰہی کے بارے میں ان لوگوں پر جو معتزلانہ ذہنیت کے تحت نہیں بلکہ سنجیدہ تحقیقات کے ذریعہ عذاب الٰہی کو قوانین فطرت اور اس کے مسلسل مشاہدات کی روشنی میں دیکھنا زیادہ پسند کرتے ہیں مسخ معنوی کا شبہ نہ کرتے"

ابوالنظر صاحب معاف فرمائیں گے اگر میں عرض کردوں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے معجزات وعذاب الٰہی سے متعلق قرآن کے نظریہ کا آپ سے وسیع ترین مطالعہ فرمایا تھا۔ بلکہ تمام عمر قرآن وحدیث ہی کی خدمت میں وقف کردی تھی۔

جو لوگ آنجناب کی سنجیدہ تحقیقات (بقول وبزعم خود) کے ذریعہ عذاب الٰہی کو مزعومہ قوانین فطرت کے مسلسل مشاہدات کی روشنی میں دیکھنا زیادہ پسند کرتے ہیں ان میں اور معتزلہ میں مآلاً کوئی فرق نہیں، آپ گو تسلیم نہ فرمائیں لیکن آپ کی اس مضمون کی سنجیدہ تحقیقات سے کہیں عالی تر تحقیقات کے ذریعے معتزلہ عقائد حقہ اسلامیہ کا انکار یا ان میں تاویلات کا باب کھولتے تھے طرق انکار یا تاویل گو مختلف ہونگی لیکن ایک ہی مقام پر سب کا اجتماع ہوجاتا ہے۔ پھر جبکہ علی الاعلان آپ نصوص واحادیث وآثار کا انکار یا ان میں دوراز کار تاویلات وتوضیحات توجیہ القول بما لا یرضیٰ به القائل فرما کر ان کے عقائد کو فروغ دے رہے ہیں تو نتیجہ ایک ہی رہا۔

آپ فرماتے ہیں "یہ کون نہیں جانتا کہ معجزات ناممکن عجائبات کی ایک قسم ہیں قوانین فطرت کی کارکردگی کو اس میں کوئی دخل نہیں لیکن قرآن جو حقائق کا پیغامبر ہے اس غلط نظریے کی تائید نہیں کرتا اور نہ کرتا ہے۔

فلما جاءھم بآیاتنا اذا ھم منہا یضحکون وما نریھم من آیۃ الا ھی اکبر من اختہا (سورہ زخرف)

جب کبھی ہم اپنی نشانیاں دکھاتے تو دیکھتے ہی ہنسنے لگتے (کیونکہ) ہم نے جتنی بھی نشانیاں دکھائیں وہ جادو کی بڑی بہن تھیں۔

فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے دعویٰ کیا تھا کہ آپ کے جادو کے مثل میں بھی اپنے جادو کی نمائش کر کے دکھاؤں گا لیکن قرآن نے مثل نہیں بلکہ "اخت" فرمایا۔ مثل کی صورت میں دونوں کا منبع اور ماخذ ایک ہی قوت نہیں ہوا کرتی اور یہاں ایک ہی قوت ارادیہ تھی اس لئے اخت ہی کی اصطلاح زیادہ موزوں ہو سکتی تھی تاکہ دونوں کی پیدائش ایک ہی ماں کے شکم سے ثابت ہو سکے فرق ضعف و قوت کا تھا نہ کہ مرکز اور ماخذ کا۔"

(باقی آیندہ)

---